علم نقل الکلمہ[1]

Metathesis

از جناب میجر خواجہ عبدالرشید صاحب، آئی۔ ایم۔ ایس

قدیم تہذیب کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہوجائے گا کہ متعدد نام اور اصطلاحات مختلف زمانوں میں مختلف زبانوں کے اندر کچھ تھوڑے اختلاف کے بعد اختیار کر لئے جاتے ہیں، ان اصطلاحات کی ترکیب کے وقت ان کی شکل شباہت کا خاص خیال رکھا جاتا ہے اور بڑی خوش اسلوبی سے ان کو جذب کر لیا جاتا ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ تھوڑے سے ردوبدل کے بعد وہ اصطلاحات دوسری زبان میں بالکل منتقل کر لئے جاتے ہیں۔ اور کبھی کافی سے زیادہ تبدیلی بھی واقع ہوجاتی ہے۔ نقل کی یہ صورت دو طرح کی ہوتی ہے۔

ایک یہ کہ جب ایک قوم تہذیب وتمدن کا پرچم لیکر اُبھرتی ہے تو وہ اپنے زمانے کے علوم کو نہ صرف ترقی ہی دیتی ہے بلکہ گذشتہ علوم میں اپنی طرف سے اضافہ کرکے انھیں اپنے علوم میں شامل کر لیتی ہے۔ اسی سلسلہ میں جو معلومات اس قوم کے ساتھ وابستہ ہوتی ہیں ان کے نام یہ خود تجویز کرکے انھیں اپنے ذخیرۂ لغات میں جمع کر لیتی ہے، لیکن جب یہ تہذیب ختم ہوجاتی ہے تو اس کے بعد آنیوالی تہذیب ان تمام علوم کو جذب کرنا شروع کردیتی ہے۔ زمانۂ قدیم سے یہی چلا آیا ہے اور تاریخ اس کی شاہد ہے۔ پھر جو ہم عصر تہذیبیں ہوتی ہیں، وہ بھی ایک دوسرے کے علمی شاہکاروں سے مستفید ہوتی رہتی ہیں۔ اور اگر ان دونوں قوموں کی زبانیں مختلف ہوں تو ایک دوسرے

---

[1] یہ اصطلاح میری اپنی بنائی ہوئی ہے۔ مجھے میٹاتھیسس (Metathesis) کے لئے مناسب لفظ نہ ملا تو میں نے (Transposition of words) کا ہی ترجمہ کیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی اصطلاحات جو مناسب حال ہوں، ان کو منتقل کر کے اخذ کر لیا جاتا ہے۔

جب عرب قوم عروج پر تھی تو انھوں نے تمام گذشتہ علوم کو جذب کر لیا تھا، اور ایک نئی ریسرچ کی روح پیدا کر دی تھی۔ ان سے پہلے مصری، ایرانی، بابلی، کلدانی اور آشوری تہذیبیں اپنے اپنے وقت میں کمال حاصل کر چکی تھیں، لیکن ان کا بھی یہی حال تھا کہ ایک قوم دوسری قوم سے علم حاصل کرتی اور اس کو ترقی دیتی تھی۔ ان تمام تہذیبوں کا باہم اثر و تاثیر بہت نمایاں ہے، اور علمی لحاظ سے ان میں بہت کچھ یگانگت پائی جاتی ہے۔ یونانیوں سے عربوں نے بہت کچھ حاصل کیا۔ یہاں تک کہ ان کی بہت سی علمی اصطلاحات کا ترجمہ کر کے انھیں اپنے تراجم میں شامل کیا۔

عربوں کے بعد جب موجودہ یورپین تہذیب کا دور دورہ ہوا۔ تو انھوں نے عربوں ہی سے علم حاصل کیا۔ تمام علوم انھوں نے عربی زبان ہی سے سیکھے، چنانچہ عربی زبان کے پُر معنی الفاظ کا انھوں نے اپنی زبان میں ترجمہ کیا۔ اور بہت سی اصطلاحات کو منتقل کر کے اپنی زبان میں اختیار کر لیا۔ اس طرح فلسفۂ لغات کی رو سے جو یہ نقل ہوئی تو یہ تراجم اصطلاحات پر منحصر تھی نہ کہ نقل الحروف پر، یہ بھی دراصل نقل کلمہ کی ایک قسم ہے۔ مثال کے طور پر چند اشارات کیے جاتے ہیں۔ اگر یہ صاحب ذوق کے لئے ناکافی ہوں تو انھیں اس موضوع پر کسی کتاب کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

عربی زبان میں فندق ہوٹل کے لئے مستعمل ہے یہی لفظ ہسپانوی زبان میں فونڈا ... Fonda بن گیا ہے۔ اب ذرا ملاحظہ فرمایئے۔ ان دونوں الفاظ میں کس قدر تطبیق ہے، اگرچہ دو مختلف زبانوں کے الفاظ ہیں۔ پھر "تعریفۃ" کا لفظ لیجئے جس کے معانی عربی زبان میں نوٹس کے ہیں، انگریزی زبان میں یہ لفظ Tariff کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ اس قسم کی اور بھی بہتیری مثالیں دی جا سکتی ہیں مگر اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے احتراز کیا جاتا ہے۔

بعض زبانوں میں الفاظ کا تلفظ بھی بدل جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ایک زبان سے کوئی لفظ اخذ کیا جاتا ہے تو اس کی آواز قائم رکھنے کے لئے دوسری زبان کے کسی مشابہ حرف کا تلفظ ویسا ہی بنا لیا جاتا ہے، جو اصل لفظ کے تلفظ کے لگ بھگ ہوتا ہے۔ مثلاً ہسپانوی زبان میں

۳۲ Legacy of Islam Oxford 1943

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ت "ایکس" (x) کا تلفظ سترہویں صدی عیسوی تک حرف "ش" (SH) کی طرح تھا۔

نقل کلمہ کی دوسری قسم میں الفاظ کے اندر حروف کی ترکیب بالکل بدل جاتی ہے، مگر اکثر ف وہی رہتے ہیں۔ اس کی وجہ غالباً یہی ہے کہ ایک زبان کا لفظ جب دوسری زبان میں جاتا ہے ان ہے کہ یہ دوسری زبان بولنے والی قوم اس کا تلفظ بہ آسانی اسی طرح نہ کر سکتی ہو، لہذا وہ اس کو اس طرح ل کرتی ہے کہ اس کے حروف تو وہی رہتے ہیں مگر ان کی ترکیب یا پوزیشن بدل کر اس کے تلفظ میں لت پیدا کر دیتی ہے۔ پھر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کے کچھ حروف اڑا دیئے جاتے ہیں اور اس طرح نے کے لئے آسانی پیدا کر لی جاتی ہے۔

آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سی اقوام کا ورود ہمارے ملک میں بوجہ جنگ ہو رہا ہے جن ے اکثریت انگریزی بولنے والوں کی ہے، ان میں سے بہت لوگوں کو ہمارے کچھ الفاظ پسند ہیں راس لئے کہ ان میں وضاحت زیادہ ہے مثلاً "بندوبست" کا لفظ بہت استعمال ہوتا ہے اور ید ہی کوئی امریکیائی یا انگریز ایسا ہو جس کو یہ لفظ پسند نہ ہو مگر وہ اس کو پورا استعمال نہیں کرتے فقط ندو ہی کہہ لیتے ہیں اور اپنا مطلب پورا کر لیتے ہیں۔ جس طرح "بندو" It was a Good bandu

اسی طرح "ٹھیک" کا لفظ بھی کثرت سے استعمال ہوتا ہے، اور چونکہ اس کا تلفظ آسان ہے یہ اس کو ٹیک یعنی (TEEK) کہتے ہیں! یہ ہمارا آج کل کا ذاتی مشاہدہ جو ہم اپنے ا کو دوسری زبان میں منتقل ہوتا دیکھ رہے ہیں گذشتہ جنگِ عظیم کے بعد بہت سے اردو کے الفاظ یزی لغات میں شامل کر لئے گئے تھے۔ اس دفعہ بھی ایسا ہی نظر آتا ہے جن حالتوں میں الفاظ و حرف دیئے جاتے ہیں تو ان کی یہی وجہ ہوتی ہے کہ یا تو جذب کرنیوالی زبان میں وہ حروف ہی ں ہوتے اور یا اس قوم کا تلفظ ہی اس قسم کا ہوتا ہے کہ وہ ان الفاظ کو ادا نہیں کر سکتی۔ اور س میں اپنی زبان کے مناسب حروف کا استعمال کرتی ہے۔

اس نقل میں ایک بات کو مدِ نظر رکھنا ... کہ جن علامات یعنی (Syllables)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر زیادہ زور رہتا ہے ان کو تبدیل نہیں کیا جاتا، یعنی لفظ کا ڈھانچہ بعینہٖ وہی رہا جو اصلی زبان میں تھا
اب کچھ اس نقل کی تاریخ بھی بیان کر دینا ضروری ہے۔ تاکہ آئندہ مثالوں کے لئے سہولت پیدا ہو جائے
کسی ایک زبان کو لیجئے، یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جب ایک زبان بولنے والے مختلف گروہوں
میں تقسیم ہو کر مختلف سمتوں میں بکھر جاتے ہیں تو کچھ عرصہ گذرنے کے بعد ان کے لب و لہجہ میں اختلاف
واقع ہو جاتا ہے۔ جب کچھ اور عرصہ گذرتا ہے تو یہ زبان بالکل ہی مختلف نظر آنے لگتی ہے ماہرین
فن ضرور اس حقیقت سے آشنا ہوں گے کہ اختلاف محض زمان و مکان ہی کا پیدا کیا ہوا نہیں ہوتا
بلکہ اس میں آب و ہوا اور زمین کا بھی دخل ہے۔ جس وقت ایک مقام سے ہجرت کی وجہ سے نقل و
حرکت شروع ہوتی ہے تو نہ صرف زبان بلکہ تہذیب و تمدن، رسم و رواج اور نشست و برخاست
ہر ایک چیز میں ایک حیرت انگیز تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔ یہ تبدیلی مہینوں یا برسوں کا معاملہ نہیں
اس کو صدیاں لگ جاتی ہیں۔ لیکن ان تمام اختلافات کے باوجود اس قوم کے بنیادی اصول میں
حقیقتاً کوئی اختلاف واقع نہیں ہوتا۔

اصل قوم کی روایات وہی رہتی ہیں اگرچہ اکثر نام بدل جاتے ہیں، البتہ اتنا ضرور ہوتا ہے
کہ مکان اور ماحول کے مطابق واقعات کی اہمیت یا شخصیتوں کے خواص بدل جاتے ہیں یا ان کی
صفات میں ترمیم ہو جاتی ہے۔ نام ہر حالت میں وہی رہتے ہیں فقط ہجے بدل جاتے ہیں۔ پھر یہ دقت
بھی پیش آتی ہے کہ اگر ایک قوم کا رسم الخط دوسری قوم کے رسم الخط سے بالکل ہی مختلف ہوتا ہے
اور اس میں نہ تو اتنے حروف ہوتے ہیں اور نہ ہی ان کی ترکیبیں، تو پھر ایسی تحریروں کا حل یعنی
(Decipherment) مشکل ہو جاتا ہے۔ خطِ میخی کے جس قدر کتبے Cuneiform Writings
بھی آج کل حل ہو رہے ہیں یا ہو چکے ہیں، ان تمام میں ہمیں ایک چیز بہت نمایاں نظر پڑتی ہے اور وہ
یہ کہ ایک بادشاہ کا نام مختلف مقاموں سے حاصل شدہ کتبوں میں مختلف ہے، دراصل ان میں اختلاف
نہیں ہوتا۔ اور بات یہ ہے کہ جس زبان سے یہ نام حاصل کیا جاتا ہے تو اس کو خطِ میخی میں نقل کرتے وقت
حروف میں مطابقت نہ ہونے کی وجہ سے اختلاف پیدا ہو جاتا ہے پھر جب ہم اس کو حل کرتے ہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یعنی اس کو (Decipher) کرتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس قسم کا بادشاہ جس کی یہ خصلتیں تھیں اور جس نے یہ کام کئے تھے، ایک اور قوم میں بھی ہو چکا تھا، حالانکہ بادشاہ ایک ہی ہوتا ہے جو مختلف مقاموں پر حکمراں ہوتا ہے۔ تمام روایات اور قصے مل جاتے ہیں۔

لیکن ماہرینِ فن نے بعض اوقات ان واقعات و روایات کا باہم تعلق ثابت کرتے کرتے بہت پیچیدگیاں حائل کردی ہیں۔ حالانکہ اگر حل کرتے وقت یہ چیز معلوم ہو جائے تو اس کو وہیں درست کر دینا چاہیے، نہ کہ بعد میں بال کی کھال نکالی جائے۔ اس چیز کا ہم کو ایک نقصان یہ ہوا ہے کہ موجودہ زمانے کی جو تحقیق قدیم تاریخ کے متعلق ہے ہمارے سامنے موجود ہے اس میں مختلف جگہوں سے برآمد شدہ بادشاہوں کی فہرستیں بہت حد تک ایک ہیں مگر حقیقی مطابقت کا ثابت کرنا بہت مشکل ہو گیا ہے۔ ہمارے پاس اس چیز کا ثبوت موجود ہے کہ ایک راجہ دشرتھ عراق کے شمال میں حکمراں تھا مگر اس کے لڑکے رام چندر کے نام میں اس قدر نقل واقع ہو چکی ہے کہ وہ کسی طرح بھی رام چندر کا والد ثابت نہیں ہو سکتا۔ اِکشواکو جو (Ikshwaku) آرین نسل کا سب سے پہلا بادشاہ تھا اور جس کا نام مہا بھارت اور گیتا میں بھی ملتا ہے اس کا نام بھی اکثر کتبوں میں ملتا ہے نہ صرف یہ بلکہ سارگونِ اعظم یا ساگر (Sargon the Great or Sagar) کے متعلق ہمارے پاس متعدد اسناد موجود ہیں کہ یہ دونوں عراق کی سرزمین پر حکمراں تھے۔ خیر وہ تو تاریخی پہلو ہے ہمیں غرض صرف ان کے ناموں سے ہے۔ ذیل میں ابھی ہم ذکر کریں گے کہ سارگون اعظم کے نام میں کس کس قسم کا اختلاف پیدا ہوا۔ لیکن پیشتر اس کے کہ ہم اس کا ذکر کریں۔ ہمیں لفظ فرعون کے متعلق کچھ لکھنا ہے۔

لفظ فرعون سے متعلق تحقیق

اس لفظ کے متعلق حضرت مولانا ابوالکلام آزاد نے ترجمان القرآن میں اور مولانا حفظ الرحمٰن نے قصص القرآن میں نہایت مدلّل بحث کی ہے۔ ہم تمہید کے طور پر مولانا حفظ الرحمٰن ہی کا بیان لیتے ہیں جو کہ زیادہ تر ترجمان القرآن ہی کی تفصیل پر مبنی ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"مصر کے مذہبی تخیل کی بنا پر اس کا لقب فاراع (فرعون) تھا۔ اس لئے کہ مصری دیوتاؤں میں سب سے بڑا اور مقدس دیوتا آمن راع (سورج دیوتا) تھا۔ اور بادشاہِ وقت اس کا اوتار اور "فاراع" کہلاتا تھا۔ یہی فاراع عبرانی میں فارعن اور عربی میں فرعون کہلایا۔"[1]

سطور بالا سے ہمیں کچھ اطلاع لفظ فرعون سے متعلق ملی، مگر اتنا تو کافی نہیں ہمیں اور غور کرنے سے قدیم تاریخ کے اندر ایک شخصیت جس کا ابھی اوپر ذکر کیا ہے، موسوم بہ سا... اعظم ملتی ہے۔ جو اپنے وقت میں دنیا کے ایک بہت بڑے حصے پر حکمراں تھا۔ اور مسٹر ایل۔ ویڈل صاحب فرماتے ہیں کہ وہ مصر پر بھی حکمراں تھا اور وادیٔ سندھ میں بھی اسی کی راجدھانی تھی۔ اس... ایک لڑکا جس کا نام مینز (Menes) تھا۔ سندھ کا گورنر مقرر تھا۔ اس نے بغاوت کر دی اور کچھ ف... لیکر مصر بھاگ گیا۔ اس پر قابض ہوا اور اپنے آپ کو اس نے پارو (Pharooh.) کہلانا شروع... اس کی کچھ مہریں جو مصر سے برآمد ہوئی ہیں ان پر اس نے اپنے آپ کو پارو یا فرعون لکھا ہے! ا... زمانہ تقریباً ۳۲۵۰ قبل مسیح ہے۔ چونکہ ہمیں اس وقت الفاظ و اصطلاحات کی ساخت و ترکیب... سے تعلق ہے۔ ہم اس تاریخی تشخیص کو تفصیل سے بیان نہیں کرتے۔ یہ سند ہمیں اور بھی متعدد کتابو... میں ملتی ہے۔

اب ذرا غور فرمایئے کہ کیا یہ ممکن نہیں کہ عربی و عبرانی زبانوں کے رسم الخط میں حرف "پ" (P) نہ ہونے کی وجہ سے اس کو "ف" (F) کے ساتھ بدل دیا گیا ہو جس طرح "پارسی" کو "فارسی"... گیا تھا۔ اسی طرح یہ بھی قرینِ قیاس ہے کہ یہ لفظ کسی وقت میں پارو ہی ہو اور عربوں نے اس... ساتھ "ف" لگا کر اس کو فارو، یا فاراع یا فرعون بنا دیا ہو۔ مسٹر جنا لکھتے ہیں کہ فرا (Phra.)...

---

1. The Makers of Civilization in Race of History by
...A. Waddell. L.L.D; C.B. CIE London 1929.
2. A Brief History of Eastern Asia. London 1900

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سیامی (Siamese) زبان میں ایک لفظ ہے جو دراصل خدا کے معنی دیتا ہے، مگر بعد میں اس سے مراد بادشاہ ہونے لگا تھا۔ ہمارا خیال ہے کہ فرا اسی فرعون کی ایک ابتدائی شکل ہے۔ اس لفظ کے ارتقار کے سلسلے کی کڑی ایک اور ابھی باقی ہے اور وہ لفظ پربھو (Pra-Bhu) ہے۔ یہ سنسکرت کا لفظ ہے، اس کے معنی بادشاہ یا حاکم کے ہوتے ہیں یعنی Lord of The Land ہماری تحقیق یہ بتاتی ہے کہ یہ لفظ بھی سمیری سے اخذ کیا گیا تھا۔ اور اس کا اصل بر (Bar) اور برو (Baru) ہے جس کے معنی بھی بادشاہ اور حکمراں کے ہیں۔ اس سمیری لفظ کو جب آرین ہندوستان میں آئے تو برہمنوں نے منتقل کیا۔ یہ اس وقت کا ذکر ہے جب سارگون اعظم یعنی سا گر مصر پر قابض ہو چکا تھا اور اس کو اس طرح منتقل کرنے سے مقصد بھی یہی تھا کہ وہ اب مصر کی سرزمین پر حکمراں ہو کر فرعون یعنی Pharooh کہلایا۔ چنانچہ Baru کا Paru بن گیا اور اسی سے Fara اور پھر Faron فرعون بن گیا! واللہ اعلم بالصواب

یہ اشارات جو ابھی کیے گئے ہیں ان کو مکمل کرنے سے پیشتر میں ایک بات واضح کرنا چاہتا ہوں جو اس وقت میرے ذہن میں آگئی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ دنیا میں متعدد نسلیں موجود ہیں اور ان کی متعدد ہی زبانیں ہیں۔ انسانیت کا آغاز ایک ہی آدم علیہ السلام سے ہوا۔ لہذا سب کی زبان شروع شروع میں ایک ہی تھی، یہ جو نظریے میکس مولر وغیرہ نے Max Mullor نے بنا دیئے ہیں سامی اور غیر سامی اقوام کے متعلق تو یہ محض عارضی ہیں۔ اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ سامیوں کا باوا آدم ہی اور تھا اور غیر سامیوں کا اور! لیکن جب آہستہ آہستہ آبادی میں اضافہ ہوا تو وہ گرد و نواح میں پھیل گئی انسانیت کا اولین فرد خواہ آپ سائنس کی رو سے دیکھیں یا مذہب کی رو سے ایک ہی تھا، اور یہ ایک ہی مقام پر تھا، اور اسی ایک مقام سے انسانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی کے سیلاب مختلف اطراف میں امنڈ پڑے۔ زمانے کے حوادث اور موسموں کا تغیر و تبدل، ان گروہوں کو جگہ جگہ لے پھرا اور ہر موافق مقام میں یہ صدیوں تک جاگزیں رہتے۔ تا وقتیکہ موسموں کی ناموافقت نے ان کو کسی بہتر جگہ کی تلاش میں سرگرداں کر دیا ہو۔ اور چونکہ کرہ ارضی کا موسم تبدیل ہوتا رہتا ہے اور کئی بار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بدل چکا ہے، یہ گروہ اول اول خانہ بدوشوں کی طرح مارا مارا پھرتا رہا۔ اور پھر جب ان کا ذہنی ار
اس قدر بلند ہوگیا کہ یہ ایک تمدن کی بنیاد رکھ سکتے۔ حکومتیں قائم کر سکتے اور بہت ہی ترقی بھی ک
تھے۔ مگر ایک وقت پھر آتا جب ان میں دوبارہ حرکت پیدا ہو جاتی، تو یا تو یہ تلاش معاش کی وج
ہوتا۔ یا یہ اس قدر اقتدار میں بڑھ جاتے کہ دوسرے ملکوں پر حملہ کر دیتے تاکہ اپنی راجدھانی کو پ
جن ملکوں پر یہ حملے کرتے وہ انہی کے ملک ہوتے تھے۔ جہاں ان کے بھائی وغیرہ رہا کرتے تے
غرضیکہ ہزارہا سال تک یہ سلسلۂ دوران اقوام جاری رہا، اور یہ اقوام بار بار اپنے اصلی مرکز
طرف رجوع کرتی رہیں۔ اب یہ کہنا کہ ایک خاص قوم دنیا کے کسی خاص خطہ سے وابستہ ہ
یہ بالکل غلط ہے۔ مثلاً مستشرقین ہمیشہ یہ کہتے چلے آئے ہیں کہ آرین اقوام وسط ایشیا سے آئیں
بال گنگادھر تلک اس کی تردید کرتے ہوئے کہتے ہیں، کہ وہ قطب شمالی سے آئیں، ہمارے نزدی
یہ بھی غلط ہے۔ بلکہ ان کا اصل مقام وہی مرکز ہے جہاں انسان اول حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائ
ہوئی۔ خواہ وہ مقام کہیں بھی ہو۔ اگر یہ اقوام آرین وسط ایشیا یا قطب شمالی سے آئیں تو یہ کچ
عرصہ پیشتر وہاں نہ تھیں۔ بلکہ اپنے اصلی مرکز سے حرکت کر کے وسط ایشیا میں پہنچی تھیں یا مشرق و
میں لوٹنے سے پیشتر وسط ایشیا سے قطب شمالی کی طرف جا چکی ہیں جہاں سے دوبارہ لوٹ
حضرت آدم علیہ السلام کا اصلی مقام معین کرنے کے لئے قرآن کریم کی یہ آیت بس کرتی
تمام نظریوں سے بہتر نظریہ اقوام یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ سورۂ آل عمران میں اِنَّ اَوَّ ل
بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ؁ اسی آیت سے صاف
ظاہر ہے کہ بیت اللہ کی سب سے پہلی بنیاد جو رکھی گئی تو وہ حضرت آدم علیہ السلام ہی کے ہاتھو
رکھی گئی۔ اور یہ جگہ مکہ تھی جو کئی ہزار سال کے بعد تباہ ہو گیا تھا۔ مگر پھر ایکبار حضرت ابراہیم علیہ السل
کے زمانے میں یہ آباد ہوا۔ اور اس کی تعمیر انھیں اولین بنیادوں پر ہوئی جن کے آثار قائم تھے۔ ایک جگ
کا بیت اللہ کہلانا اس کی مرکزیت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جہاں ہر طرف سے تمام لوگ بہ آسا

1 Artic Home in the Vedas. 1902.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رسائی حاصل کرسکیں۔

ثابت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد بھی اسی کے گرد و نواح میں اول اول پھلی پھولی اور یہاں ہی سے دنیا کے مختلف گوشوں میں پھیل گئی۔ تاریخ کا ایک بہت طویل زمانہ ہماری نظروں سے پوشیدہ ہے، اور اگر کبھی کچھ نظر بھی پڑتا ہے تو اس کے بعد ہزارہا سال تک ہماری نظروں سے سب کچھ اوجھل ہوجاتا ہے۔

قدیم تاریخ کے ماہرین جدید تحقیق کو مدنظر رکھکر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، کہ دجلہ وفرات کی جو تہذیبیں تھیں، وہ دنیا کی تاریخ میں قدیم ترین تہذیبیں تھیں۔ چنانچہ حال ہی میں بھی ثابت کیا جاچکا ہے کہ مصر وچین کی جو تہذیبیں تھیں وہ دجلہ وفرات کی تہذیبوں سے بہت بعد کی ہیں۔

حالانکہ جو ثبوت اب تک فراہم ہوچکے ہیں وہ صرف اتنی ہی بات پر روشنی ڈالتے ہیں کہ جو جو تہذیبیں اس وقت تک معلوم ہوچکی ہیں، ان میں سب سے قدیم بابلی، کلدانی، اور حتی تہذیبیں ہیں، مگر ان اقوام کے متعلق کیا کہا جاسکتا ہے جن کے حالات ابھی ظاہر ہی نہیں ہوئے۔ اور جن کا زمانہ ابھی تک ٹھیک طور پر معلوم نہیں ہوا و القصہ بطولہا۔ ہمارا کہنے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ جو تہذیبیں ہمیں مختلف وقتوں میں نظر آتی ہیں ان سب کا سلسلہ ایک ہی تہذیب اور تمدن سے شروع ہوا۔ اور جہاں جہاں یہ گروہ بستے چلے گئے وہاں وہاں ان کے آثار اب ملنے شروع ہوگئے ہیں۔ اصل حقیقت کے لئے ابھی پردہ اٹھنے کی منتظر ہے نگاہ!!

ممکن ہے میں غلطی پر ہوں۔ مگر اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ آرین اقوام دجلہ و فرات کی وادی ہی سے وسط ایشیا کی طرف بڑھیں اور یہ دجلہ وفرات کی تہذیب کو اپنے ساتھ لے گئیں اور جب انھوں نے وہاں قیام کیا تو اس تہذیب میں اور بہت سا اضافہ کیا۔ کئی صدیوں کے بعد ہمیں وہ پھر دوبارہ ایران میں لوٹتے نظر آتے ہیں۔ ان کے مختلف گروہ جن کا نقشہ مندرجہ ذیل ہے ایران میں آتے آتے مختلف ناموں سے موسوم ہوگئے جن کو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں چنانچہ دجلہ وفرات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی تہذیب کو اب آرین تہذیب کہا جانے لگا۔ یہ کہاں تک درست ہے مستقبل کا مورخ اس کی تصدیق کریگا

آرین اقوام کا نقشہ

سنہ ۶۰۰۰ قبل مسیح سے مختلف گروہ قطب شمالی سے ایران آنے شروع ہوئے اور سنہ ۱۵۰۰ ق م تک یہ آتے گئے ان کے نام یہ ہیں۔

علامی		سمیری	بابل کی طرف ہجرت	میتانی	حتی
ELAMITES	KASSITES	SUMERIANS		MITANIS	HITTITES
ان کی سلطنت بابل میں سنہ ۲۰۰۰ ق م کے قریب ختم ہو گئی۔	ہندوستان میں سنہ ۲۰۰۰ ق م کے اغلب داخل ہوئے اور کھتری کہلائے۔	سارگون اعظم کے عہد میں ہندوستان کے اندر داخل ہوئے اس کے لڑکے MENES نے مصر پر قبضہ کرکے اپنا نام پاروپا فرعون رکھا۔	ماداہ لوگ MEDES ہندوستان کو سنہ ۱۰۰۰ ق م	(ایشیائے کوچک)	(اناطولیا سے) ہندوستان کو سنہ ۱۴۰۰ ق م

اسی طرح جب یہ اقوام اپنے مرکز سے شمال کی طرف بڑھیں تو کچھ کچھ گروہ جنوب کی طرف بھی چلتے رہے۔ حضرت مولانا ابوالکلام آزاد ترجمان القرآن میں سورہ طٰہٰ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"نسلِ انسانی کے اقوام انشعاب کا ایک مرکزی سرچشمہ جزیرہ نمائے عرب بھی رہ چکا ہے یہاں کے صحراؤں میں یکے بعد دیگرے نسل انسانی کا مواد بنتا رہا اور پھر اُبل اُبل کر دور دور تک پھیلتا گیا، فلسطین، شام، عراق، آرمینا، اور خلیج فارس کی ساحلی آبادیاں سب اسی مرکزی نسل کا انشعاب تھیں اور سب کا تمدن اسی عربی نسل کا تمدن تھا"

مولانا نے نہایت مختصر اور دلچسپ الفاظ میں وہی چیز پیش کر دی ہے جس کی تفصیل کی طرف میں ابھی آرہا تھا۔ جو اقوام شمال کی طرف بڑھیں اور اسی راہ سے واپس لوٹیں ان کا نام مستشرقین نے آرین اقوام رکھ دیا، اور جو جنوب کی طرف پھیل گئیں ان کو سامی اقوام کہا گیا اگرچہ اس تقسیم کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور بھی لوازم ہیں تاہم یہی سب سے ضروری ہیں۔ شمال کی طرف جانے والے گروہ، تو ہم کہہ چکے ہیں کہ قطب شمالی تک پہنچے اور تبت سے ہوتے ہوئے چین اور جاپان چلے گئے۔ ایک طرف قفقاز اور ترکستان سے ہوتے ہوئے روس اور یورپ بھی پہنچے۔ اب جو اقوام جنوب کی طرف بڑھیں وہ زیادہ تر سمندر کے راستوں یا ساحلوں کے ساتھ ساتھ دوسرے ملکوں تک پہنچیں۔ ہندوستان وارد ہوئیں تو وہاں سے برما اور آسام اور دیگر جزائر میں گئیں۔ جزائر سے آسٹریلیا بھی جا پہنچیں۔ افریقہ اور امریکہ بھی ان کا گذر ہوا۔ پھر جو قومیں اسی طرح دور دراز ملکوں میں جا بسیں وہ تو واپس نہ لوٹیں۔ ایک تو سفر کی تکالیف اور پھر فاصلہ اسقدر، انھوں نے یہی بہتر سمجھا کہ

"حضرتِ داغ جہاں بیٹھ گئے بیٹھ گئے"

مگر یہ زیادہ ترقی نہ کر سکے کیونکہ اصل مرکز سے دور نکل چکے تھے۔ اور نہ ہی ان کا تصادم ترقی یافتہ گروہوں کے ساتھ ہوا۔ چنانچہ یہ انھیں اولین مہاجر گروہوں کے آثار ہیں جو اب ہمیں امریکہ میں مندروں کی شکل میں مل رہے ہیں۔ یہ ان کے عبادت خانے ہیں۔ مگر چونکہ یہ گروہ باقیوں سے بالکل کٹ چکے تھے اس لئے بالکل وحشی کے وحشی ہی رہے اور انھوں نے کوئی ترقی نہ کی جو ترقی پسند تھے انھوں نے حکومتوں کی بنیادیں رکھیں۔ بعض گروہوں کو حالات کے مطابق ایجادات کرنا پڑیں تاکہ زندگی بسر کرنے میں سہولت پیدا ہو جائے اسی طرح انھوں نے سائنس کی بنیاد رکھی اور بہت سے گروہ ایسے بھی تھے جو موسموں کی ناموافقت کے زیر اثر معدوم بھی ہو گئے۔ ان کے ڈھانچے . . . (FossiLs) ہم کو آج کل مل رہے ہیں۔

موئنجو دارو (Mohinjo daro) اور ہڑپا (Harappa) کی تہذیبوں کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ یہ آرین تہذیبیں نہ تھیں بلکہ جو قومیں کہ آرین کی آمد سے پہلے ہندوستان میں پہنچ چکی تھیں یہ ان کی تہذیب کے آثار ہیں۔ چنانچہ وہ اقوام دراوڑ (Dravi Dians) کے نام سے مشہور ہیں۔ اور یہ وہی اقوام ہیں جو اول ہندوستان میں آئیں۔

غرضیکہ جہاں جہاں یہ گروہ گئے وہاں کچھ لوگ آباد ہوتے چلے گئے اور ساتھ ساتھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک عارضی تہذیب قائم کرتے چلے گئے۔ ان کے روابط دوسری قوموں سے بھی رہے اور راہ و رسم بھی جاری رہی۔ چنانچہ یہ بات کہ وادیٔ سندھ کے قدیم لوگ بابل کے لوگوں سے راہ و رسم رکھتے تھے کتبات سے ثابت ہو چکی ہے۔

آرین اقوام کی آمد اور دوسرے گروہوں کا مدوجزر اس بات کا مسلّم ثبوت ہے کہ تمام اقوام مختلف وقتوں میں اپنے اصلی مقام سے ہجرت کرتی ہوئی آئی تھیں اور ان کا تصادم وقتاً فوقتاً دوسری اقوام سے ہوتا رہتا تھا۔ جس سے ایک نئی تہذیب پیدا ہو جاتی۔ ایک نئی زبان بن جاتی اور مذہب میں ایک نیا رنگ آجاتا۔ جو الفاظ فوراً ہی ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل ہوتے تھے وہ عموماً صفات اور اسماء پر مشتمل ہوتے تھے ان میں حروف اور ضمائر بہت کم ہوتے تھے یہ ان الفاظ کا ذکر ہے جو فوری تصادم کا نتیجہ ہوتے۔ ورنہ جو تبدیلی الفاظ میں دقت پیدا کرتا تھا اس کا معاملہ بالکل برعکس رہتا۔ مذاہب کی اصل بنیادیں قائم رہتیں اور ہر زمانے میں کچھ اشخاص ایسے ضرور ہوتے تھے جو حقیقت سے آشنا ہوتے تھے۔ ہمیں قدیم تاریخ کی جدید تحقیقات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بہت سی روایات مختلف اقوام کی تاریخ میں مشترکہ ہیں، نہ صرف یہ بلکہ متعدد دیوتاؤں کے نام بھی ایک ہی ہیں۔

تفصیل کی گنجائش نہیں ورنہ قارئین کرام کے سامنے اس وقت آرین اور میتانی (Mitani) دیوتاؤں کے نام پیش کیے جاتے۔ نیز اور بہت سی روایات ہیں جن میں نہ صرف ناموں ہی کی یگانگت پائی جاتی ہے بلکہ قصوں کے موضوع بھی یکساں ہی نظر آتے ہیں اور بیشتر قدیم مذہبی عقائد بھی مشترکہ ہیں۔

اس کا مطلب یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ بابلیوں اور آشوریوں نے اپنا مذہب آرین سے لیا۔ مذہب دراصل ایک ہی تھا اور وقتاً فوقتاً اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ پیغمبروں کو نبوت سے سرفراز کر کے ان کو مختلف ممالک میں بھیجتا اور وہ ان کو ان کی بھولی ہوئی تعلیم یاد دلا دیتے۔ چونکہ اس اصل تعلیم کا مبنیٰ حقیقتاً اللہ تعالیٰ ہی تھا اس لئے ان مذاہب میں ایک قسم کی یگانگت پائی جاتی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نا جو مدتیں گزرنے کے بعد محرف ہو جاتی اور بار دگر انبیاء کی ضرورت محسوس ہوتی۔ دراصل اکثر اس
ریف کی وجہ یہ ہوتی تھی کہ زمانے کے حوادث اور زبان کا اختلاف اس میں خلل انداز ہوتا اور کچھ
درتی مناظر انسانی ذہن میں اس قدر پیچیدگیاں پیدا کر دیتے کہ جو تھوڑا بہت مذہبی تخیل کا احساس موجود
تا اس کا استدلال ایسے حالات کے اندر بذریعہ استخراج محض اساطیر کی شکل بن کر رہ جاتا۔
عتباری لحاظ سے ان کی تحلیل اغراض پر مبنی ہوتی اور جب وقتی ضروریات الوہیت کا مقصد پورا
ر دیتی تو اقوام ان کا تتبع کرنے پر مجبور ہو جاتی۔ اور نہ صرف یہ بلکہ اپنی ترقی کے لئے اصل مذہب
ے اس کی تطبیق بھی کر لیتی۔ چنانچہ قدیم وجدید تثلیث بھی اصل مذہب کی تحلیل ہی ہے!۔
حول کی کیفیت انسانی ذہن پر اس قدر جلد اثر کرتی ہے کہ اس میں نہ صرف مذہبی تحریف وانتشار
ی پیدا ہوتا ہے بلکہ اس میں طرح طرح کی رسومات اور بدعات بھی شامل ہو جاتی ہیں۔ دنیا کے
ختلف حصوں میں مختلف قدرتی مناظر اس قدر پر اثر ہوتے ہیں کہ انسانی ذہن ان کو قبول کرنے
یں بہت عجلت سے کام لیتا ہے مگر جوں جوں عقل کا ارتقار تکمیل تک پہنچتا ہے۔ وحی بھی ترقی
رتی جاتی ہے۔ اور وحی پے درپے، مختلف ممالک میں جہاں کہیں بھی اولاد آدم ہوئی، ان کو
تنبہ کرنے کے لئے نازل ہوتی رہتی اصل تعلیم ایک تھی لیکن زبان میں اختلاف ہو جانے کی وجہ
ے وحی کی زبان بھی بدل جاتی تھی۔ واللہ اعلم بالصواب

یہ سلسلہ مدتوں تک جاری رہا۔ دنیا کا کوئی گوشہ نہ تھا جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف
ے پیغامبر نہ بھیجے ہوں۔ قدیم مذہبی کتب اور قرآن کریم بھی اسی کے شاہد ہیں۔ اور جب
رداً فرداً ہر ایک قوم کو تعلیم دے دی گئی تو پھر اس وقت ایک ایسے رسول کی ضرورت تھی جو تمام
دنیا کے لئے ایک بین الاقوامی قانون لیکر آئے اور اسی منصب اعلیٰ پر خداوند کریم نے رسول اکرم صلی اللہ
لیہ وسلم کو سرفراز کیا۔ اس شریعت کا پہلا مقصد یہی تھا کہ دنیا کے سامنے یہ چیز پیش کرے کہ اللہ تعالیٰ
ے دنیا کے ہر گوشہ میں اپنا پیغام بھیجا جو لوگوں کو متنبہ کرتا رہا۔ مگر اب ایک ایسے نظام کی ضرورت تھی جو
قوام کے لئے ایک بین الاقوامی پروگرام پیش کرے۔ اور ان کو ان کی بھولی ہوئی تعلیم از سر نو یاد دلائے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چنانچہ قرآن کریم نے نازل ہوتے ہی یہ اعلان کیا۔ اور یہ پہلا موقع تھا کہ تمام قدیم مذاہب نے اپنی مقدس کتابوں کی چھان بین شروع کردی۔ اور اصل حقیقت کی تلاش میں سرگرداں ہوگئے یہ قرآن کریم ہی کا معجزہ ہے کہ اس وقت تمام مذاہب اپنی اپنی تعلیم کو درست کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ بت پرستی فقط معدودے چند میں رہ گئی ہے۔ محمود غزنوی بیچارے کو خوامخواہ کوسا جاتا تھا اب وہی کوسنے والے، ذرا ملاحظہ کیجئے کیا فرماتے ہیں۔

سر رادھا کرشن کا ارشاد ہے۔

"روحانی اقدار میں پائدار اور مستقل اصلاح ہماری زندگیوں کی سب سے زیادہ گہری ضرورت ہے۔ لوگوں میں ایک نیا دلی مذہب پیدا کرسکتا ہے جو فرد میں تبدیلی پیدا کرنے کو اپنا ایک اصول بنا لیتا ہو اور جو انسان کی روح میں تاریک نقش کی جگہ الٰہی روشنی پیدا کرتا ہو۔" [۱]

اللہ تعالیٰ کی ہستی کا اقرار اب اگر علانیہ نہیں تو عوام دبے لفظوں میں ضرور کرتے ہیں۔ یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔

ہاں تو گذشتہ سطور میں ہم نے لفظ فرعون کا ذکر کیا تھا۔ اب ہم ایک اور مثال لیتے ہیں جس میں الفاظ کی ظاہری شکل بدل جاتی ہے مگر حروف تقریباً وہی رہتے ہیں۔

سارگون اعظم Sargon the great جس کا ذکر کچھ دیر ہوئی اوپر کیا ہے۔ اس کا نام مختلف شکلیں اختیار کرگیا ہے۔ یہ اکشواکو Ikshwaku جو سب سے پہلا آرین بادشاہ تھا، اس کے لڑکوں میں سے تھا۔ اس کے نام کی ہم کچھ تفصیل ذیل میں بیان کرتے ہیں۔

۱۔ Eastern Religin and western Thought London 1937.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مختلف تہذیبوں کے کتبوں میں اس کا نام اس طرح مندرج ہے

خاندان کش Kish	آرق خاندان Erech	سمیری خط میخی	آرین بادشاہوں کی ہندوستانی فہرست	کتبات کش Kish
Shakin = Sha-gin = Shagur =	Gunni = ganni	Urudugina = Bar-gin Sharp- Ganni = Barduibuz	Shakuni = Sagara = Pracin-wat = Bardwaja.	Sharru Kin

مندرجہ بالا چارٹ کو سامنے رکھئے اور ذیل کی عبارت پر ایک لمحہ کے لئے غور فرمائیے :-

ویڈل (L.A. Waddell) صاحب فرماتے ہیں :-

"The equation of the Sumerian Bargin Baragin and Barduibuz with the Indian Pracin-wat and Bardwaja are noteworthy"

یہ جو نام بارگین (Bargin) اوپر بیان کیا ہے دراصل خط میخی کے کتبوں میں اسی بادشاہ کا نام اردو گینا (Urudu Gina) لیا گیا ہے موصوف مصنف فرماتے ہیں۔

"The Second syllable of that name reds Du as well aska and Du seews to be the Correct from in view of one of the Indus Versious gining his name as B'Ardowaja"

چنانچہ ویڈل صاحب اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ سارگون اعظم کا اصل نام سارگون نہ تھا بلکہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"Gir or gani, Guni or Shar or Shar-guni"

اور جو فہرست ہمیں ہندوستان سے ملی ہے اس میں سارگون کا نام کونی یا گنی (Kuni) یا شرگنی (Shar Kuni) آیا ہے جس کے ساتھ ساگارا کا لقب چپاں ہے اور اسی ساگارا سے سارگون پیدا ہو گیا ہے۔

اب ایک اور مختصر سی مثال لیجئے۔ اہلِ یہود کی زبان میں اللہ تعالیٰ کے لئے Iloha کا لفظ ہے۔ مگر جس ہستی کی اہلِ یہود عبادت کرتے ہیں اس کا نام تورات میں Jehovah ہے یورپین علماء نے یہ چیز ثابت کر دی ہے کہ لفظ Jehovah دراصل یہودی لفظ ہی نہیں ہے بلکہ کلدانی لفظ ہے جو yavhe پکارا جاتا ہے۔ حیرانی کی بات ہے کہ یہی لفظ[1] سنسکرت میں yavha کی شکل میں ملتا ہے اور ان تمام کے معنی بھی وہی ہیں جو اللہ کے ہیں۔ اس لفظ میں بھی جو اصل بنیاد ہے لفظ کی وہ تمام ساختوں میں قائم نظر آتی ہے صرف حروف کی پوزیشن بعض جگہ بدل گئی ہے۔ یا محض آواز یا تلفظ میں فرق آ گیا ہے۔ مگر اس بات سے انکار نہیں ہو سکتا کہ لفظ ایک ہی ہے! اور اس کا مفہوم بھی ایک ہی!! تو پھر جب قرآنِ کریم کی اس تحقیق نے قدیم مذاہب کو اپنے تئیں نظرِ ثانی کرنے پر مجبور کیا تو سب نے دبے لفظوں میں اس حقیقت کا اعتراف کیا

زبان کا مسئلہ ایک نہایت مشکل اور پیچیدہ مسئلہ ہے، جس کو ابھی تک وضاحت سے بیان نہیں کیا جا سکا۔ جب ہم بحیثیت مجموعی قدیم تاریخ اور تمدن پر نظر دوڑاتے ہیں تو ہمیں ایک بات نہایت صاف نظر آتی ہے اور وہ یہ کہ قدیم اور جدید عربی تمام قدیم اور جدید زبانوں میں جذب ہو چکی ہے۔ چنانچہ مستشرقین کے بیانوں سے پتہ چلتا ہے کہ جس قدر بھی قدیم کتبے برآمد ہوئے ہیں ان میں زیادہ تر ملاوٹ عربی الفاظ کی ہے۔ یہاں تک کہ حمورابی (ایک سمیری بادشاہ تھا جو کہ بابلی سلطنت کے پہلے شاہی خاندان سے تعلق رکھتا تھا ۲۱۳۰ ق م ہے) کی مشہور شریعت بھی عربی زبان میں تھی۔ اگرچہ رسم الخط میخی تھا۔ اسی طرح بہت سے خطِ میخی کے کتبے برآمد ہوئے ہیں جن کو ترجمہ کے بعد جب پڑھا جاتا ہے تو بہت سے عربی الفاظ ملتے ہیں۔ اس تحقیق کے متعلق

[1] Gita Rhasya By B.G. Tilak vol II

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد ترجمان القرآن کی جلد دوئم میں صفحہ ۴۸۷ پر لکھتے ہیں "یہ زبان جس پر زندگی وخلود کی آخری مہر قرآن نے لگائی. در اصل مدنی نشو ونما کے اتنے مرحلوں سے گذر چکی تھی کہ دنیا کی کوئی زبان بھی اس وصف میں اس کی شریک نہیں. سمیری اور اکادی اقوام کا تمدن، نینوا اور بابل کی علمی کامرانیاں، قدیم مصری لغات کا عمرانی سرمایہ، آرامی زبان کا عروج واحاطہ. کلدانی اور سریانی کا ادبی تمول، در اصل ایک ہی زبان کی لغوی تشکیل وتکمیل کے مختلف مرحلے تھے اور اسی نے آگے چل کر چوتھی صدی قبل مسیح کی عربی کا بھیس اختیار کیا۔"

ماہرین علم الآثار قدیمہ نے زمینوں کے پیٹ چاک کر دیئے تاکہ اس تحقیق کی سندیں حاصل کر سکیں ہم نے بھی کچھ کھیل اس قسم کے دجلہ وفرات کی وادی میں ہوتے دیکھے مگر نتیجہ یہ نکلا کہ طرح طرح کے کتبے ہاتھ لگتے رہے، بعض تو حل ہو گئے اور بعض انسانی عقل وفہم کو دنگ کر گئے. اتنا ضرور ہوا کہ طرح طرح کے نام اور اصطلاحات حل ہوئے جن سے کچھ کھوج ضرور چلا. مگر ماہرین فن بجائے اس تطبیق کو آمد ثابت کرنے کے انھوں نے مختلف مذاہب پر حملے شروع کر دیئے. چنانچہ بتایا گیا کہ یہودیوں کا مذہب کلدانیوں سے لیا گیا ہے اور بعض یورپین علمائے تو یہ بھی کہدیا کہ گیتا کی تعلیم انجیل ہی کی تعلیم ہے حالانکہ ان کو یہ اس وقت معلوم نہ تھا کہ گیتا کا زمانہ انجیل سے بہت پہلے کا زمانہ ہے (اس بیان کی تفصیل کے لئے دیکھئے بال گنگا دھر تلک کی گیتا راسیا جلد دوئم باب گیتا اور عیسائیت) اور پھر یہ بھی کہا کہ قرآن کریم کی تعلیم انجیل اور تورات سے لی ہوئی ہے "ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا!"

اس سے پیشتر کہ یہ مضمون ختم کیا جائے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ مولانا حفظ الرحمٰن کی تصنیف لطیف سے کچھ اقتباس دیا جائے اور کچھ انبیاء کے نام میں جو نقل واقع ہوئی ہے اس کو بھی قلمبند کر دیا جائے. مولانا فرماتے ہیں "بہ نظر تحقیق یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ حقیقی اختلاف نہیں ہے بلکہ ناموں کے متعلق اسی قسم کا اختلاف ہے جو عموماً مختلف زبانوں میں منتقل ہونے کی وجہ سے کتابت کی تصحیف وتبدیل کی شکل میں پیش آتا رہتا ہے یعنی تورات کا عوض اور عرب کا عاموص اور اسی طرح تورات کا زارح اور مؤرخین کا زراح دونوں ایک ہی ہیں۔" یہ اقتباس ہم نے حضرت ایوب علیہ السلام کے بیان سے لیا ہے جہاں مولانا یوباب اور ایوب کے ناموں میں یگانگت ثابت کرتے ہیں

© rasailojaraid.com